دل کی بات

فسادِ بحر و بر......اعمالِ بد کی سزا

امریکہ اور مغربی دنیا نے اسلام اور مسلمانوں کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے ایک منظّم منصوبہ بندی کے تحت روشن خیالی، اعتدال پسندی، آزادیٔ اظہار، تحمل و برداشت اور بین المذاہب مکالمہ جیسی اصطلاحات کو عام کیا۔ ان اصطلاحات کو رائج کرنے میں اتنی شدت پیدا کی کہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو اس کے لیے وقف کر دیا۔ یہ الفاظ بظاہر کتنے خوش کن اور دلفریب ہیں لیکن ان کے پس منظر میں یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں سے حسد و بغض اور انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔ انہوں نے ان اصطلاحات کو نہایت کامیابی سے استعمال کیا اور مسلمانوں پر دوہرا وار کیا۔ ایک تو یہ کہ مسلم حکمرانوں کو اپنا ہم زبان و ہم نوا بنا لیا اور دوسری طرف مزاحمت کرنے والے' اہل دین و دانش کو شدت پسند، دہشت گرد، رجعت پسند اور غیر مہذب قرار دے کر انہیں بدنام کیا۔ ان کے خلاف نفرت کے الاؤ روشن کئے اور انہیں دنیا میں نفرت و حقارت کی علامت بنا دیا۔ تحمل و برداشت کی آڑ میں مغرب کے منصوبہ سازوں نے جو نتائج حاصل کئے' وہ انتہائی شرمناک اور تکلیف دہ ہیں۔ مذہب کو ریاست سے جدا کر کے فرد کا ذاتی مسئلہ قرار دیا، آزادیٔ اظہار کے نام پر دین، دینی شخصیات اور دینی اقدار و اعمال کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ بعض مسلم ممالک میں رائج دینی قوانین کو انسانی حقوق کے منافی اور امتیازی قوانین قرار دے کر انہیں ختم کرانے کے لیے تمام حربے استعمال کئے۔ اُن پر بحث کا دروازہ کھول کر انہیں متنازعہ بنایا۔ حدود اللہ کو ظالمانہ سزائیں کہا، جہاد کو دہشت گردی سے تعبیر کیا، مسلمانوں کے لیے اپنی دینی شناخت کے اظہار کو شدت پسندی سے تعبیر کیا۔ دینی شعور سے عاری مسلم حکمرانوں، سیاست دانوں اور نام نہاد دانشوروں نے اسے من وعن تسلیم کر لیا۔ نتیجہ میرے، آپ کے اور سب کے سامنے ہے۔

پاکستان جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا۔ آج یہاں اسلام ہی سب سے زیادہ تنقید کی زد میں ہے۔ جس دو قومی نظریے کی بنیاد پر ملک بنا' آج اس کی سر عام نفی کی جا رہی ہے۔ جن مسلمانوں نے یہ ملک بنایا' انہیں بے وقوف اور علیحدگی پسند کہا جا رہا ہے۔ قیام پاکستان کے چھبیس سال بعد ۱۹۷۳ء میں طویل جدوجہد کے نتیجے میں ملک کو متفقہ آئین ملا۔ جس میں ریاست کا مذہب اسلام قرار دیا گیا اور دس برس میں اسلام سے متصادم تمام قوانین کو بتدریج ختم کر کے اسلامی قوانین کے سانچے میں ڈھالنے کی ضمانت دی گئی۔ لیکن فیا حسرتا! قوانین اسلامی سانچے میں تو کیا ڈھلتے جو موجود تھے' انہیں بھی آئندہ تیس برسوں میں غیر موثر اور ناقابل عمل بنا دیا گیا۔ پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کر کے اسلام سے اپنی نسبت اور شناخت کو ختم کر دیا گیا، قانون توہین رسالت، قانونِ امتناع قادیانیت، حدود قوانین، قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی آئینی شق وغیرہ وغیرہ سب کو عملاً غیر مؤثر بنا دیا گیا۔ نصابِ تعلیم سے قرآنی آیات و احادیث کو نکالا گیا، قومی ہیروز کو

دہشت گرد یا غدار قرار دے کر نصاب سے خارج کر دیا جبکہ قومی غداروں کو ہیرو، امن پسند اور انسان دوست بنا کر نصاب میں داخل کر دیا۔ ایک غیر مسلم اقلیت کو ملک کی مسلم اکثریت پر مسلط کرنے کے لیے تعلیمی نظام کو آغا خان تعلیمی بورڈ کے تحت چلانے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ شمالی علاقہ جات پر مشتمل آغا خان ریاست کے قیام کے لیے امریکی وصیہونی ایجنڈے پر عمل درآمد شروع ہو گیا اور وہاں سنی شیعہ فسادات کو ہوا دی گئی۔ مسئلہ کشمیر پر ۵۵ سالہ مؤقف سے پسپائی، کنٹرول لائن پر بھارتی افواج کی فائرنگ، بھارت کی طرف سے بگلیہار ڈیم کی تعمیر اور اس کے بعد راوی پر ڈیم کی تعمیر کا اعلان...... اور ہماری طرف سے صرف تحمل و برداشت اور ورلڈ بینک کو ایک درخواست بھجوانے پر اکتفا۔ وانا فتح کرنے کے بعد بلوچستان میں فوج کشی، ایٹمی مسئلہ پر ایران کے ساتھ تعلقات میں کشیدگی، اسرائیل کی دھمکیاں، اپنے ایٹمی اثاثوں کی بربادی، سائنس دانوں کی گرفتاری و بے حرمتی، غربت میں اضافہ، خودکشیوں کا رجحان، مہنگائی کی منہ زوری، قتل و غارت گری، بدامنی، داخلی و خارجی عدم استحکام، سیاسی انتشار، جنسی انارکی، ثقافتی یلغار، بے حیائی کا عروج اور نفسانفسی یہ سب کیا ہے؟ یہ ہمارے اپنے کیے دھرے کا نتیجہ ہے۔ نام نہاد روشن خیالی، جدت پسندی، تحمل، برداشت اور اعتدال پسندی کا شاخسانہ ہے اور قرآن اس پر شاہد عدل ہے:

''خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا' لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے۔ تاکہ مزہ چکھائے اُن کو اُن کے بعض اعمال کا۔ شاید وہ باز آجائیں۔'' (الروم: ۴۱)

یہ تو ہمارے بعض اعمال کی واجبی سزا ہے۔ اگر ہم اسی کو کافی سمجھتے ہوئے قرآن کی تنبیہ کے مطابق اپنی بداعمالیوں سے باز آجائیں تو رب رحیم و کریم ہمیں معاف فرما دیں گے۔ ورنہ یہ سزا طویل ہو سکتی ہے اور دنیا و آخرت برباد ہو سکتی ہے۔

۲۰ سال بعد مرزائیوں کو اجتماعی طور پر قادیان جانے کی اجازت' پہلا وفد روانہ

حکومت نے ۲۰ سال بعد قادیانیوں کے ۳۰۰ افراد پر مشتمل وفد کو اجتماعی طور پر بھارت جانے کی اجازت دے دی۔ یہ وفد بھارت کے ضلع گورداسپور کی تحصیل بٹالہ کے علاقے قادیان میں قادیانی گروہ کے بانی آنجہانی مرزا غلام احمد کی جنم تقریبات میں شرکت کے لیے بھارت گیا۔ یہ تقریبات ۲۶ دسمبر سے ۲۸ دسمبر تک جاری رہیں۔ یاد رہے کہ ۱۹۸۴ء میں سابق صدر جنرل ضیاء الحق شہید نے قادیانیوں کے اجتماعی طور پر بھارت جانے پر پابندی لگائی تھی کیونکہ یہ لوگ وہاں جا کر جاسوسی کرتے تھے لیکن ۲۰ سال بعد حکومت نے نامعلوم وجوہ کی بنا پر جنرل ضیاء الحق کا فیصلہ منسوخ کرتے ہوئے قادیانی وفد کو بھارت جانے کی اجازت دے دی۔ فیصلہ کرنے والوں میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کے بیٹے اعجاز الحق (وفاقی وزیر مذہبی امور) بھی شامل تھے۔ اس فیصلے پر مجلس احرار اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں حضرت سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد، عبداللطیف خالد چیمہ، راقم اور مولانا محمد مغیرہ نے شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت سیکولر لابی کو مضبوط کر رہی ہے۔ اور قادیانیت نوازی کا بھرپور مظاہرہ کر رہی ہے۔